# دنیا کی نجات کا واحد رستہ سیرۃ النبیؐ کی کامل پیروی ہے۔
# امریکہ کے احمدی اس پر عمل پیرا ہو کر امریکہ کو دین کا قلعہ بنادیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ /اکتوبر ۱۹۸۷ء بمقام واشنگٹن امریکہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

امریکہ کو اس وقت دنیا میں ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور امریکہ خود بہت ہی گہرے اور بنیادی تضادات کا شکار ہے۔ایک پہلو سے امریکہ کی اہمیت مشرقی خطہ کے مقابل پر یعنی روسی اور دیگر اشترا کی ممالک کے بلاک کے مقابل پر مختلف زاویوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔ایک تو امریکہ اشترا کی نظام کے مقابل پر دنیا کو ایک استحکام مہیّا کرنے کا دعویدار ہے اور اس اقتصادی نظام کے مقابل پر جو اشترا کیت پیش کرتی ہے کوئی بہتر اقتصادی نظام پیش نہیں کرتا۔سو سب سے پہلا تضاد جو اس ملک کے اندر دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نظام کے مقابل پر باقی بنی نوع انسان کی آزادی اور تحفظ کی ضمانت دینے کے باوجود ان کو اس سے بہتر تسلی بخش دلوں کو اور ذہنوں کو مطمئن کرنے والا کوئی نظام نہیں دیتا اور جو نظام بھی دیتا ہے وہ ایک طرف سے پیدا ہونے والے اطمینان کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ جو اطمینان اس عمومی تحفظ کے نتیجے میں باہر کی دنیا کو ملتا ہے کہ ہم اشترا کی نفوذ کے مقابل پہ تمہاری حفاظت کریں گے ایک قسم کا امن دیتا ہے اور دوسری طرف سے اقتصادی بدنظمی اور بدحالی کے نتیجے میں وہی امن اندر سے کھایا جاتا ہے جس طرح گندم کو گھن لگ جائے۔آپ کسی غریب کی بھوک

مٹانے کے لئے اس سے وعدہ کریں کہ میں تمہیں گندم کے پہاڑ دوں گا اور وہ پہاڑ ایسے دیں کہ جن میں سے ہر دانے کے اندر کیڑ الگا ہوا ہو اور اندر سے اس کو کھا چکا ہو۔

تو بہت ہی بڑا اور خوفناک تضاد ہے اور اب تک امریکہ نے اپنے مسائل کو حل کرنے کی جتنی بھی کوششیں کی ہیں اس تضاد کو وہ حل نہیں کر سکے۔اس تضاد کو حل کرنے کے لئے جو متبادل نظام یا یوں کہنا چاہئے کہ جو متبادل طریق ان کے ذہن میں آئے اور ان کو انہوں نے Implement کرنے کی کوشش کی ، نافذ کرنے کی کوشش کی ان کی بحث میں میں اس وقت نہیں جانا چاہتا لیکن ان کے گہرے تفصیلی مطالعہ کے نتیجے میں یقین کے ساتھ آپ کو بتا سکتا ہوں کہ وہ ہر کوشش جو امریکہ نے اس تضاد کو دور کرنے کے لئے کی ہے وہ خود تضادات کا شکار ہے اور اس کی کامیابی کا کوئی امکان دکھائی نہیں دیتا۔دوسری طرف ہم اس پہلو سے جب امریکہ کا جائزہ لیتے ہیں کہ ایک بے خدا نظام کے مقابل پر خدا والوں کو امن کی ضمانت دیتا ہے تو بے اختیار دل امریکہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا ممنون ہوتا ہے کہ باہر کی دنیا کے لئے کم سے کم یہ ضمانت ضرور ہے کہ زبردستی کوئی بے خدا نظام ان پر نہیں ٹھونسا جائے گا۔ بہت بڑی خدمت ہے دنیا کی اور بہت بڑا تحفظ ہے مذاہب کو جو اس پہلو سے امریکہ مہیّا کرتا ہے۔

دوسرے پہلو سے دیکھیں تو مذاہب کی روح کو کھا جانے والے جتنے بھی ایسے مضرات ہیں، ایسے خوفناک عوامل ہیں جو مذہب کی روح کا چاٹ جاتے ہیں اور اخلاق کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں وہ سارے عوامل امریکہ میں پیدا ہو رہے ہیں اور وہ سارے مضرات امریکہ سے باہر کی دنیا میں بھیجے جا رہے ہیں۔خود امریکہ کی سوسائٹی بھی خدا کی طرف منسوب ہونے کے باوجود عملی طور پر خدا سے اس طرح دور ہوتی چلی جا رہی ہے کہ جو شائبہ خدا کی طرف منسوب ہونے کے نتیجے میں اعمال میں ملنا چاہئے، ایک تصویر سی، ایک جھلکی سی دکھائی دینی چاہئے وہ دن بدن زائل ہوتی چلی جا رہی ہے اور عنقاء ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہر اخلاقی خرابی کی جڑیں امریکہ کی آزاد تہذیب میں وابستہ ہیں۔

پس ایک طرف سے جو امن دیا دوسرے ہاتھ سے وہ امن بھی واپس لے لیا پھر ایک طرف سے جو امن دیا دوسرے ہاتھ سے وہ امن بھی واپس لے لیا اور اس تضاد کا بھی ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ان کے مفکرین جو ان مسائل پر غور کرتے رہتے ہیں ان کے سامنے یہ مسائل موجود ہیں اور بہت سی بین الاقوامی کوششیں ایسی نظر آتی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ بالا رادہ منصوبے بنا کر ان

مسائل کا حل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے مگر جتنے بھی ایسے منصوبوں کا میں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور جو لٹریچر امریکہ کی طرف سے مختلف ایجنسیوں کے نام پر یا مختلف مصنفین کے نام پر ان مسائل کو حل کرنے کے لئے بظاہر آزادانہ شائع کروایا جاتا ہے اس کا بھی میں نے جائزہ لیا تو میں اس نتیجے پہ پہنچا کہ یہ کوشش بھی خود مزید تضادات کا شکار ہے۔

ایسی سوسائٹی جو اس قسم کے تضادات کا شکار ہو چکی ہو اس کے زندہ رہنے اور پنپنے کے بظاہر کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ لازماً کچھ ہونا ہے، لازماً خدا کی تقدیر کچھ ایسی باتیں ظاہر کرے گی جس کے نتیجے میں یہ فرسودہ نظام مٹنے ہیں اور اس کے سوا کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا۔ صرف فیصلہ کن امر یہ ہے کہ کیسے یہ نظام مٹیں گے؟ جیسا کہ میں نے بیان کیا اب تو نہ مشرق سے کوئی امید رہی نہ مغرب سے کوئی امید رہی اور جہاں تک مذہبی نکتہ نگاہ کا تعلق ہے ایسی کوئی قوم دکھائی نہیں دے رہی جو خالصۃً للہ اور خالصۃً بنی نوع انسان کے تعلق کی بناء پر کوئی منصوبہ رکھتی ہو اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی ہو۔

دنیا کے سیاسی نقشے پر آپ نگاہ ڈال کر دیکھیں خواہ عیسائی دنیا کا سیاسی نقشہ ہو یا اسلامی دنیا کا سیاسی نقشہ ہو یا دہریہ دنیا کا یا اور مذاہب کے نام پر منسوب ہونے والے سیاسی نقشے ہوں کہیں آپ کو کوئی بھی نجات کا دروازہ دکھائی نہیں دے گا بلکہ ان بڑے تضادات کا جن کا میں نے ذکر کیا ہے ہر چھوٹی قوم مزید شکار ہو چکی ہے اور وہ نہیں جانتے کہ ہمیں کیا رُخ اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات آپ کو یہ دکھائی دے گا کہ بعض لوگ امریکہ جس کو آزاد دنیا کہا جاتا ہے ان کے حالات سے غیر مطمئن ہو کر مشرق میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض جو مشرق کو قریب سے دیکھتے ہیں اور اس کے مشرقی طاقتوں کے متعلق ان کے تصورات میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہوتی ہے تجربہ ان کو بتاتا ہے کہ یہ بھی نہایت ہی خطرناک اور مہلک تعلق ہے جو کوئی بھی فائدہ عطا نہیں کریں گے تو پھر وہاں سے وہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں اور مغرب کا رُخ اختیار کرتے ہیں۔

کچھ ایسے ممالک ہیں جو مستقل یا ایک کا حصہ بن گئے یا دوسرے کا حصہ بن گئے اور جو ملک جس نظام کا حصہ بنا اس نے اپنے مذہب کو بھی وہی رنگ عطا کر دیا۔ چنانچہ ایک ہی مذہب مختلف رنگوں میں دکھائی دینے لگا۔ اسلامی دنیا کا حال آپ دیکھ لیجئے آپ کو اسلام لیبیا میں اور سیریا یعنی شام

میں نہایت سُست دکھائی دے گا اور یہی اسلام سعودی عربیہ میں اور ایران میں مختلف رنگوں کا سبز دکھائی دے گا۔ کچھ ممالک ایسے ہیں جنہوں نے بغیر مذہب کے یک طرفہ تعلق کو قبول کر لیا اور ایک طاقت کے اوپر گویا لٹک گئے۔ کچھ ایسے ہیں جنہیں آج تک اپنی بنیادی تشخص کی ہی توفیق نہیں ملی۔ جہاں تک ایران کا تعلق ہے ایران نے یہ حل نکالنے کی کوشش کی نہ ہم مشرق سے تعلق رکھیں نہ مغرب سے تعلق رکھیں اور جس چیز کو ہم اسلام سمجھتے ہیں اسے دنیا کے سامنے آزادانہ پیش کریں تا کہ اس کے اوپر کسی بڑے بلاک کا اثر دکھائی نہ دے لیکن بدنصیبی سے جس کو انہوں نے اسلام سمجھا اور اسلام دیکھا اور اسلام کے طور پر پیش کیا وہ خود اپنی ذات میں ایک بھیانک تصور ہے جو ہرگز دنیا کو مطمئن نہیں کر سکتا۔

تو اب بڑی دیانتداری سے اور بیرونی نظر سے اگر آپ دیکھیں، آفاقی نظر سے دیکھیں تو دنیا کے کسی خطے میں مستقبل کے امن کی کوئی ضمانت دکھائی نہیں دے گی اور کوئی ایسے آثار دکھائی نہیں دیں گے جن پر بناء کرتے ہوئے ہم ہوشمندانہ طور پر امید رکھ سکیں کہ ہاں آئندہ کسی وقت یا حالات تبدیل ہو جائیں گے۔ **آپ ہیں صرف یعنی جماعت احمدیہ اور اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے جس سے دنیا کے مستقبل کا امن وابستہ ہے۔ عقلی طور پر وابستہ ہو سکتا ہے، عقلی طور پر یہ امکان موجود ہے کہ اگر جماعت احمدیہ دنیا میں پھیلے تو اس کے ساتھ ہر قسم کے امن کا تحفظ دنیا میں پھیلے گا اور اس کے ساتھ ہر قسم کے تضادات دور ہونے کا ایک سلسلہ جاری ہو جائے گا۔**

یہ دعویٰ بہت بڑا دعویٰ ہے لیکن امر واقعہ ہے کہ ہر احمدی اپنی شخصیت کے اندر اس دعویٰ کو جانچ سکتا ہے۔ احمدیت نے اسے کیا شخصیت عطا فرمائی ہے ایک انتہائی متوازن شخصیت جو خالصۃً انصاف پر ہی مبنی نہیں بلکہ اپنا حق چھوڑ کر دوسرے پر احسان کرنے کے رجحان پر مبنی ہے۔ ایک ایسی شخصیت جو خالصۃً اللہ سے محبت رکھنے والی اور اللہ کی محبت چاہنے والی ہے، ایک ایسی شخصیت جو واقعۃً بنی نوع انسان کی ہمدردی رکھتی ہے۔ مشرق سے بھی محبت رکھتی ہے، مغرب سے بھی محبت رکھتی ہے، نہ امریکہ میں رہتے ہوئے امریکن احمدی کو روس سے دشمنی ہے بلکہ روسی انسان اسی طرح اس کو پیارا ہے جس طرح مغرب میں بسنے والا کوئی انسان۔ نہ مشرقی اشترا کی دنیا میں رہنے والے آدمی کو امریکہ سے کوئی دشمنی ہے بلکہ امریکہ کا انسان اسے اسی طرح پیارا ہے جس طرح مشرق میں بسنے والا انسان۔ ایک عالمی شخصیت وجود میں آرہی ہے۔ ایک بین الاقوامی روح ترقی کر رہی ہے جس کا تمام تر مدار

خالص تقویٰ پر ہے، خالص انصاف پر ہے، خالص انسانی ہمدردی پر ہے اور یہ روح اللہ کے تعلق کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی۔ جب تک خدا کا تعلق غالب نہ رہے ہماری زندگی کے ہر فیصلے میں فیصلہ کن نہ بن جائے اس وقت تک یہ مزاج پیدا نہیں ہوسکتا اور اسی وجہ سے جماعت احمدیہ کو یہ استثناء حاصل ہے آج دنیا میں کہ جماعت احمدیہ کے سوا اور کسی کو خدا کا وہ تعلق نصیب نہیں ہے جس کے نتیجے میں ایک ایسی انسانیت وجود میں آتی ہے جو سب انسانوں کے درمیان سانجھی ہو جاتی ہے، جو سب سے پیار کرنے والی ہوتی ہے سب کا بھلا چاہتی ہے اور اس کے نتیجے میں قربانیاں دیتی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا آغاز ہمیشہ نبوت کے ساتھ ہوا ہے ساری تاریخ مذاہب کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے آپ کو اس مضمون کا آغاز نبوت کے بغیر کہیں دکھائی نہیں دے گا۔

چنانچہ عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جو دنیا کے سب سے سچے ہمدرد ہوتے ہیں سب سے زیادہ پیار کرنے والے ہوتے ہیں، وہ جن کی ذات کے ساتھ دنیا کی نجات وابستہ ہو جاتی ہے سب سے زیادہ دنیا ان سے دشمنی کرتی ہے۔ بظاہر اس بات میں بھی ایک تضاد دکھائی دے رہا ہے وہ وجود جو رحمت للعالمین ﷺ بن کے آیا سب سے زیادہ دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے۔ یہ دعویٰ ایک وسیع آفاقی نظر سے جانچنے کے نتیجے میں کھل کر سامنے آتا ہے عموماً مسلمان عرب میں ہونے والی ان دشمنیوں کے ذکر تک اپنے آپ کو محدود کر دیتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی زندگی کے زمانے میں خصوصاً مکی دور میں اور بعد میں بار ہا مدنی دور میں بھی مسلمانوں کے مقابل پر ظہور پذیر ہوئیں۔ اس دشمنی کا اثر شدید تھا اور بڑے ہی دردناک مناظر ہمارے سامنے آتے ہیں لیکن دائرہ محدود تھا اور کچھ عرصے کے لئے تھی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ آفاقی نظر سے مطالعہ کر کے دیکھیں تو دنیا کے کسی نبی کو دنیا کے باقی مذاہب نے اتنی گالیاں نہیں دیں جتنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو دیں۔ ساری عیسائی تاریخ، ساری یہودی تاریخ، ساری ہندو تاریخ اور دیگر مذاہب کی تاریخ اس بات سے بھری ہوئی ہے۔ آخر ہندوؤں کے یہودیوں سے بھی تو اختلاف ہیں عیسائیوں سے بھی تو اختلاف ہیں دوسرے دیگر مذاہب سے بھی اختلاف ہیں، مگر مجھے کوئی ایک ہندو کتاب اٹھا کر دکھائیے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی گئی ہوں۔ جو بدبخت اٹھتا ہے ان میں سے لکھنے والا یعنی مذہب کے معاملے میں لکھنے والا وہ دنیا کی سب سے مقدس

ذات، سب سے زیادہ ہمدرد ذات کو اپنے ظلم اور اپنے دل کے تعفن کا نشانہ بناتا ہے۔ ایسی ایسی ظالمانہ کتابیں ہیں کہ خون کھولنے لگتا ہے انسان چند صفحے مطالعہ نہیں کر سکتا۔ پھر آپ عیسائی دنیا کے لٹریچر کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے وہ یہود جن سے سب سے زیادہ ضرر ان کو پہنچا آغاز عیسائیت پہ، وہ یہود جو مسیح کی صلیب کا موجب بنے ان کی سب تکلیفوں کو کلیۃً بھلایا جا چکا ہے۔ گزشتہ سینکڑوں سال سے جو عیسائی مصنف اٹھتا ہے وہ اسلام کو اپنے مظالم کا نشانہ بناتا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ذات کو خصوصیت کے ساتھ اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ یہودی کتب اٹھا کر دیکھ لیجئے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ایک فوری مقابلہ تھا اس وقت جو بعد میں پھیلتا چلا گیا اور وہ مقابلہ جس کا آغاز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے ساتھ ہوا تھا وہ آج تک اسی طرح جاری رہنا چاہئے مگر عیسائی اور یہودی Polarization یہ مد مقابل جو مورچہ بندی ہے یہ آپ کو وہاں دکھائی نہیں دیتی لیکن یہودیوں کا رُخ بھی اسلام کی طرف اور خصوصیت سے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی طرف ہے اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں قرآن کریم کی تعلیم سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سیرت سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اس سے زیادہ بنی نوع انسان کا ہمدرد وجود نہ پیدا ہوا نہ ہو سکتا ہے عقلاً۔ ممکن نہیں کہ کوئی انسان ان حدوں سے تجاوز کر جائے جو نیکی اور رحمت کی حدیں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے چھوئی تھیں۔ پھر یہ تضاد کیوں ہے؟ کیوں ایک ایسے انسان کی دشمنی کی جاتی ہے اس کے مختلف محرکات بھی ہیں اور مختلف فلسفیانہ پس منظر بھی ہیں اور یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے لیکن اس کے صرف ایک پہلو کی طرف میں آج آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

خدا ان لوگوں سے جو اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں اور پھر ان لوگوں سے جو بنی نوع انسان کے لئے سب سے زیادہ پیارے وجود بننے والے ہوں جو بنیادی صلاحیتیں رکھتے ہوں کہ بنی نوع انسان کے آئندہ سب سے زیادہ محبوب بننے والے ہوں ان سے یہ سلوک کیوں ہونے دیتا ہے؟ ایک حکمت اس کی یہ ہے کہ دعوے پرکھے جاتے ہیں اور آزمائش کی چکی میں سے گزر کہ دعووں کی حقیقت روشن ہوا کرتی ہے۔ بے شمار انسان ہیں جو کسی اور انسان سے تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں اگر اس دعویٰ کو پرکھا نہ جائے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون اپنے دعوے میں سچا ہے اور کون اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور فرضی

دعوے کر رہا ہے۔

آپ ایک دوست سے دوستی کا تعلق رکھتے ہیں وہ آپ پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتا ہے آپ اس پر جان نچھاور کرنے کی باتیں کرتے ہیں لیکن ایک وقت آپ کو اچانک کوئی مشکل پیش آجاتی ہے آپ اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں وہ بہانے بنا دیتا ہے اور کئی قسم کے عذر پیش کرتا ہے اس وقت آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے دعوے فرضی تھے اور یہ آزمائش روزمرہ کی زندگی میں چلتی چلی جارہی ہے۔ مشکل کے وقت باپ کو اپنی اولاد کی محبت کا پتا چلتا ہے، مشکل کے وقت اولاد کو اپنے ماں باپ کی محبت کا پتا چلتا ہے، دوستوں کی دوستی پرکھی جاتی ہے محبت کرنے والوں کی محبت کے دعوے پرکھے جاتے ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ جتنا امتحان شدید ہوتا چلا جائے اتنا ہی زیادہ کسی دعوے کی صداقت نمایاں طور پر کھل کر اور روشن طریق پر ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ کلیۃً ہر حالت میں کسی کا ہو رہنے کا دعویٰ یہ ایک محض فرضی دعویٰ ہے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے۔ آزمائش اگر بہت بڑھ جائے تو پھر انسان ہر دوسرے کو چھوڑتا چلا جاتا ہے اور یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ آخر پر صرف نفس باقی رہ جاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ کونسی ایسی آزمائش ہے جس کے اندر یہ امتحان مکمل ہو جائے۔ بظاہر ایک باپ بعض دفعہ اپنی بیٹی کے لئے جان قربان کر دیتا ہے اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو اس نے تو اپنا نفس قربان کر دیا لیکن قرآن کریم اس مضمون کو ایک اور رنگ میں پیش فرماتا ہے۔ کہتا ہے بعض ابتلا ایسے خطرناک ہوتے ہیں کہ کوئی جان کسی دوسری جان کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں رہتی۔ جتنے ابتلا بڑھتے چلے جاتے ہیں جتنی تکلیف کی شدت اونچی ہوتی چلی جاتی ہے اتنا ہی اس امر کی چھان بین ہوتی چلی جاتی ہے، یوں کہنا چاہئے کہ نکھر کر یہ معاملہ سامنے آتا چلا جاتا ہے کہ کس حد تک کوئی کس سے پیار کرتا تھا، کس حد تک کوئی کسی سے محبت رکھتا تھا اور قربانی کے لئے تیار تھا۔

چنانچہ اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب بنی نوع انسان خدا کی پکڑ کے نیچے ہوں گے۔ وہ ایسا سخت دن ہوگا کہ کوئی ماں اپنے بچے کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگی بلکہ تمنا کرے گی کہ کاش! میرا بچہ پکڑا جائے اور میں بچ جاؤں۔ کوئی بچہ اپنے ماں باپ کے لئے قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگا اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش! میرا باپ پکڑا جائے یا میری ماں پکڑی جائے اور میں اس مصیبت سے بچ جاؤں، کوئی بہن اپنے بھائی کے لئے

قربانی کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ پس امتحان کا معیار بلند کر دیں، سختی کا معیار بلند کر دیں تو اس وقت پتا چلتا ہے کہ کون کس کا ہے۔

ایک حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ذات ہے جو ہر خطرناک امتحان سے پوری گزرنے کے بعد بھی خدا کے نزدیک اس لائق ٹھہری کہ ہر بڑی سے بڑی تکلیف کے وقت وہ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اور دوسروں کی ہمدردی میں اپنے نفس کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہی وہ گہرا فلسفہ ہے جس کے نتیجے میں آپ کو شفیع بنایا گیا ہے۔ لوگ بڑے آرام سے ہلکے سے منہ سے کہہ دیتے ہیں شفیع ہیں دنیا کے، ہم گناہگاروں کے اور گویا بڑے آسانی سے شفاعت نصیب ہوگئی ہے۔ خدا نے کہہ دیا تو شفیع بن گیا وہ شفیع ہو گئے حالانکہ ان انعامات میں ان عظیم مقامات میں جو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے ان کے پیچھے بھی گہری حکمتیں ہوتی ہیں۔ خدا کا کوئی فیصلہ بھی حکمت سے خالی نہیں۔ تمام بنی نوع انسان کا شفیع اس کو بنایا جس کے متعلق جانتا تھا اور جانتا ہے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کا سب سے زیادہ ہمدرد ہے اور تکلیفوں میں پڑ کر اس کی سچائی کھل کر نکھر کر سامنے آچکی تھی۔ تمام دنیا نے جو مظالم کا نشانہ بنانا تھا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اس میں سے کچھ نمونے آپ نے دیکھے تھے اور بہت سے ایسے تھے جو آپ کو بتائے گئے تھے اور قرآن کریم نے اس کی پیشگوئیاں کیں اور ملائکۃ اللہ نے ان کی تفاصیل سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ ایسی بد بخت قومیں ہیں جنہوں نے تجھے اپنے مظالم کا نشانہ بننے کے لئے چن لینا ہے اور صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی چلی جائیں گی اور وہ تیرے اوپر گند اچھالتے چلے جائیں گے وہ تیرا انکار کرتے چلے جائیں گے، تیری تکذیب کرتے چلے جائیں گے۔

یہ خبریں خصوصیت کے ساتھ سورۂ کہف میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو دی گئیں اور احادیث سے پتا چلتا ہے کہ ان کی بہت سی تفاصیل مختلف مواقع حضور اکرم ﷺ کو بتائی گئیں۔ جب یہ بتایا گیا کہ اس کے نتیجے میں بالآخر یہ قومیں ہلاک ہوں گی تو اس وقت حضرت محمد مصطفی ﷺ کے دل کی جو حالت ہوئی اس کو قرآن کریم ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے:۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝۷ (الکہف: ۷)

کہ اے محمد! تیرے دل کا کیا حال ہے ہم تجھے ان قوموں کے عذاب کی خبر دے رہے

ہیں جو تیری مخالفت پر تلے بیٹھے ہیں اور ہزار سال بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ تیری مخالفت پر وقف ہو جائیں گے اور تیرے دین کو مٹانے کی کوشش کریں گے اور جب ہم یہ خبر دیتے ہیں کہ خدا ان کو ہلاک کرے گا تو تیرے دل کا کیا حال ہے۔ تو کیا اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کرلے گا کہ یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ وہ دل تھا جو کل عالم کا شفیع بننے کا اہل تھا، یہ وہ دل تھا جسے رحمت للعالمین قرار دیا گیا۔

پس وہ ساری پیشگوئیاں جو قرآن کریم میں اس پاک وجود کی مخالفت کے نتیجے میں دنیا کے ہلاک ہونے کے متعلق موجود ہیں ہم اس دور سے گزر رہے ہیں، وہ حالات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں جو مستقبل کی باتیں تھیں وہ آج حال بن چکی ہیں اور اس بنتی ہوئی اور قوموں کی بگڑتی ہوئی تاریخ کو ہم اپنی آنکھوں سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس تاریخ ساز یا تاریخ کو بگاڑنے والے دور میں سے آج ہم گزر رہے ہیں اور محمد مصطفی ﷺ کے دل کی نمائندگی، اس پاک دل کی نمائندگی ہمیں عطا ہوئی ہے اور یہ نمائندگی نہیں ہو سکتی جب تک اپنے دلوں کو رحمت کی آماجگاہ نہ بنالیں جب تک وہی جذبہ اپنے دل میں پیدا نہ کریں جس طرح مائیں اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں آپ اس جذبے کی پرورش نہ کریں اس وقت تک نہ آپ حقیقی معنوں میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے نمائندہ بن سکتے ہیں نہ حقیقی معنوں میں آپ کو وہ اختیار نصیب ہوگا، وہ قوت عطا ہوگی، خدا کی تقدیر کی وہ تائید ملے گی کہ جس کے نتیجے میں آپ حقیقۃً عملاً بھی آنحضرت ﷺ کی رحمت اس دنیا کو پہنچا سکیں گے اور اس دنیا کو ہلاکت سے بچا سکیں گے۔

یہ وہ خلاصہ ہے مضمون کا جو امریکہ کے حالات دیکھ کر بنی نوع انسان کے حالات دیکھ کر میرے دل میں اُبھرا اور جب میں نے سوچا کہ یہ تو ایسے ایسے خطرناک حالات ہیں اور اتنے وسیع پیمانے پر ہیں اور اتنے بڑے قوتوں کے پہاڑ ہمارے مقابل پر کھڑے ہیں کہ ہم بالکل بے بس ہیں اس کے مقابل پر۔ پھر جب دل میں شدید اس کے لئے کرب پیدا ہوا بے چینی پیدا ہوئی تو ظاہر ہے کہ انسان پھر نظر اپنے بڑوں کی طرف اٹھاتا ہے، جب بھی مصیبت میں پڑتا ہے میری نظر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی طرف منتقل ہوئی آپ کے حالات کا جائزہ لیا تو اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ **دنیا کے نجات جس طرح کل آپؐ کی ذات سے وابستہ تھی آج بھی ہماری ذات سے نہیں بلکہ محمد ﷺ ہی کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس ذات کو اپنی ذات میں اتارنا پڑے گا۔ وہی ایک ذات ہے**

جو آپ کو بچا سکتی ہے اور وہی ایک ذات ہے جو تمام دنیا کے لئے امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اس ذات کو تمام دنیا میں منتشر کرنا پڑے گا، اس کا عکس ہر دل میں اتارنا ہوگا۔ یہ وہ رستہ ہے جس کے سوا اور کوئی نجات کا رستہ نہیں اور اگر آنحضرت ﷺ کی سیرت اور خصوصیت سے اس پاکیزہ رحمت للعالمین کے رجحان کو اپنے دلوں میں آپ سمالیں اور اس کی حفاظت کریں اور اس کی پرورش کریں تو ناممکن ہے کہ خدا آپ کو ہلاک ہونے دے، ناممکن ہے کہ یہ جذبہ کسی اور نفرت کے جذبے سے شکست کھا جائے۔ ہر چیز ممکن ہے لیکن محمد مصطفی ﷺ کی سیرت کے مقدر میں شکست ممکن نہیں۔ اس لئے اس طاقت کے سرچشمے کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور اس سے آپ پانی پئیں جو سرچشمہ ہمیشہ کی فتح کے لئے ایک آبِ حیات کا مقام رکھتا ہے لیکن یہ کہنا آسان ہے جب ہم اس کی تفصیل میں جاتے ہیں تو پھر دل مزید ڈولنے لگتا ہے اور کئی قسم کے خطرات سامنے آتے ہیں۔

کتنا تسکین بخش ہے یہ مضمون لیکن مشکل بھی تو بہت ہے۔ عام دنیا میں کسی کو آپ ہیرو بنائیں اپنا، معمولی سی ذات ہو، ویسا بننے کی کوشش کریں ساری عمر آپ گزار دیں گے پھر بھی بسا اوقات آپ میں اکثر ویسا نہیں بن سکیں گے۔ بعض لوگ اپنا ہیرو بناتے ہیں اور اس کی آواز Imitate کرتے ہیں اس کی طرز Imitate کرتے ہیں اس کی نقالی کرتے ہیں کہ ہم ویسے ہو جائیں اور یہ ہیرو مختلف قسم کے ہیں۔ بائرن ایک دفعہ ایک زمانے میں بڑا بدکردار نواب مشہور تھا بہت اچھا شاعر تھا مگر وہ ہیرو بن گیا۔ وہ لنگڑا کر چلا کرتا تھا، ہلکی سی لنگڑاہٹ تھی اس کی چال میں اور انگلستان کے بڑے بڑے لارڈ اور بڑے بڑے جو چوٹی کے فیشن میں آگے آگے لوگ تھے انہوں نے بھی لنگڑا کر چلنا شروع کر دیا۔ عجیب حال تھا۔ تو دنیا تو اپنے ہیرو کی خاطر لنگڑا کے چلتی ہے، آپ محمد مصطفی ﷺ کی خاطر کیوں ہمیشہ کا، ابدی حسن اختیار نہیں کرنے کی کوشش کرتے؟ اس ذات کو اپنا ہیرو بنائیں۔ اس جیسا بننے کی کوشش کریں اور یقین رکھیں کہ اس کی ہر ادا پیاری ہے، ہر ادا زندہ رکھنے کے لائق ہے اور خدا ہر ادا کو لازماً زندہ رکھے گا۔ کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو محمد مصطفی ﷺ کی اداؤں کو مٹا دے۔ انہی اداؤں میں آپ کی زندگی ہے اور انہی اداؤں کے ساتھ آج تمام دنیا کی زندگی وابستہ ہو چکی ہے۔

مشکل ہے لیکن محبت سے یہ مضمون آسان ہوتا ہے، تلقین سے آسان نہیں ہوگا، نصائح سے

آسان نہیں ہوگا۔ پیار اور محبت سے آسان ہوگا محبت ہو جائے تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لنگڑوں کی بھی نقالی کی جاتی ہے۔ محمد مصطفی ﷺ کا تو ایسا پیارا وجود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

اگر خواہی دلیل عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

کہ محمد کی صداقت اس کے حُسن کی دلیل پوچھتے ہو تو میرا جواب یہ ہے کہ اس کا عاشق ہو جاؤ۔ محمد تو خود اپنے حسن کی دلیل ہے کبھی حسینوں کے متعلق بھی ثابت کیا جاتا ہے کہ کیوں حسین ہے۔ ان کا حُسن دلیل ہوا کرتا ہے۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ مجسم حُسن ہیں۔ دلیلوں کے ذریعے تم نہیں پہنچو گے۔ ہاں دیکھو اور عاشق ہوتے چلے جاؤ۔ وہی جواب جو ایک عارف باللہ نے اس وقت دیا تھا وہی جواب آج ہمارے لئے ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سیرت کو اپنانے کے تمام کٹھن مراحل آسان ہو سکتے ہیں اگر آپ اس سیرت پر عاشق ہونا شروع کر دیں۔ اس سے آگاہ ہوں، اس کا گہری نظر سے مطالعہ کریں، ایک دلی تعلق اور وابستگی پیدا کریں، درود میں کثرت کریں۔ ہر اپنے روزانہ کے حالات پر اگر آپ غور کریں تو اتنے احسانات ہیں ہم پر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے کہ کسی دوسرے مطالعہ کی ضرورت نہیں رہتی باقی اگر ضرورت ہے تو مزید حسن میں اضافے کے لئے ہے۔ ورنہ ہر روز آپ کی زندگی میں جو بھی نیکیاں ہیں جو بھی آپ کے دل کی بھلائی ہے، جو بھی آپ کی سیرت کا حُسن ہے کبھی آپ موازنہ کر کے دیکھیں اس کو ہر جز حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے آپ کو ملا۔ کوئی پیاری بات آپ کی ذات میں نہیں ہے جو بالآخر چشمہ محمدی سے نہ پھوٹتی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا تو یہ احسان ہے کہ آپ نے اس چشمے سے پانی پیا خالصۃً اس کے ہو گئے اور ہمیں بلا کر اس کی راہ دکھانے لگے لیکن اصل وہی ہے، سارے حسن کا سرچشمہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہیں۔

اس ضمن میں ایک آخری بات کہہ کر میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں کہ روزانہ جب آپ نماز ادا کرتے ہیں تو سورۂ فاتحہ کی اس دعا میں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:۵) آنحضرت ﷺ کی محبت کی التجا بھی شامل کر لیا کریں۔ جب آپ کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کیسے عبادت کریں، کس

طرح وہ عبادت نصیب ہو؟ اس کے لئے فرمایا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تجھ سے یہ مدد چاہتے ہیں۔ تیری مدد کے بغیر عبادت نصیب نہیں ہو سکتی۔ مگر اصل پیغام اس دعا میں ہی ہے کہ عبادت تو کرنا چاہتے ہیں مگر ویسی عبادت کرنا چاہتے ہیں جیسی محمد مصطفی ﷺ نے کی تھی کیونکہ تو نے خود اسے عبد کا خطاب دیا قَامَ عَبْدُ اللهِ (الجن: ۲۰) قرآن کریم نے سب سے بڑا لقب جس کسی نبی کو عطا کیا ہے وہ عبداللہ کا لقب ہے چنانچہ فرمایا کہ محمد عبداللہ ہے۔

پس عبادت کا عبد کے ساتھ گہرا تعلق ہے ایک ہی لفظ کی دو مختلف شکلیں ہیں پس جب آپ کہتے ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو اس میں یہ بات داخل کریں کہ آنحضرت ﷺ نے جس طرح تیری عبادت کی تھی ویسی ہی عبادت ہم کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو عشق کے ساتھ عبادت کی تھی اور عشق از خود پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے خدا! اس معاملے میں ہم بالکل نا اہل اور بالکل صفر ہیں کوئی ہماری حالت نہیں ہے، دعویٰ اتنا بلند اور اعمال ایسے کمزور۔ صرف ایک سہارا ہے کہ عبادت کی توفیق بھی تجھ سے مانگیں۔ پس ہمیں حضرت محمد مصطفی ﷺ جیسا عبد بنا دے۔

اگر اس نیت سے آپ دعا کریں گے تو اللہ کی عبادت کا گُر بھی آپ کو نصیب ہوگا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کا عشق بھی آپ کو نصیب ہوگا ایک ہی چیز کے دو نام بن جاتے ہیں آخر پہ ان دو باتوں میں پھر کوئی تفریق نہیں رہتی۔

اس نیت سے اس مضمون کے مطابق اگر آج امریکہ کا ہر احمدی اپنی تربیت شروع کر دے اور اپنے بچوں کی تربیت شروع کر دے تو اتنی عظیم الشان طاقت آپ میں سے پیدا ہوگی کہ آپ باوجود اس کے کہ اب بھی خدا کے فضل سے اپنی نیکیوں کی وجہ سے ایک طاقت ہیں۔ آپ تصور نہیں کر سکتے کہ آپ میں اندر کتنی مزید طاقتوں کے امکانات موجود ہیں ایک نا قابل تسخیر قلعہ بن جائے گا اسلام کے لئے امریکہ۔ دنیا میں ہلاکتیں پھیلانے کا ذریعہ نہیں رہے گا بلکہ ساری دنیا کے لئے امن کا ذریعہ بن سکتا ہے اگر امریکہ میں بسنے والے احمدی اس نسخے کو آزمائیں اور اس نسخے کے اوپر ہمیشہ عمل کرنے کی کوشش کریں اور خالصۃً اللہ اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی محبت کو اپنی ذات میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔

کام آپ کو دیئے جاتے ہیں یہ کوئی مصنوعی حیثیت نہیں رکھتے، پھر کوئی بیرونی تلقین کی حیثیت نہیں رکھتے یہ آپ کے دل سے اگیں گے آپ کے دل کی تمنا بنیں گے پھر قربانیوں کے لئے

آپ کو جب بلایا جائے گا تو آپ یہ نہیں سمجھیں گے کہ باہر سے میری مرضی کے خلاف مجھے آواز دی جا رہی ہے میں بیٹھنا چاہتا ہوں مجھے چلایا جارہا ہے، میں چلنا چاہتا ہوں مجھے دوڑایا جارہے بلکہ آپ کے دل کی کیفیت حضرت ابراہیم کے دل کی سی کیفیت ہو جائے گی۔ ربنا ارنا مناسکنا (البقرہ:۱۲۹) کی آواز آپ کے دلوں سے اٹھے گی۔ اے خدا! وہ ولولہ پیدا ہو گیا ہے عشق محمد مصطفی ﷺ کے نتیجے میں اور تیرے پیار کے نتیجے میں کہ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں قربان گاہیں دکھائی جائیں۔ ہم ڈھونڈ رہے ہیں ان مواقعوں کو ہم تلاش میں ہیں ان نیکیوں کی جن کی طرف ہمیں بلایا جائے اور ہم دوڑتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔ یہ وہ کیفیت ہے جو اس مضمون کے نتیجے میں لازماً نصیب ہوا کرتی ہے اور یہ مقام اگر کسی جماعت کو عطا ہو جائے تو آپ دیکھیں گے کہ آپ نے پھیلنا ہی پھیلنا ہے کوئی طاقت روک ہی نہیں سکتی آپ کو۔ کوئی دنیا کی قوت ایسی نہیں جو نظام قدرت کے قوانین کے اوپر غالب آسکے۔

ایک چھوٹی سی بھاپ کی طاقت ہے اسے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک نوجوان لڑکے نے انجن ایجاد کر لیا۔ انجن بھاپ سے چلنے والا تمہاری مشینوں کا تصور منتقل ہوا اور پھر ریلوے کا انجن ایجاد کیا پھر اور بہت سی مشینیں اس سے نکلیں۔ اس کا خیال تھا کہ میں بھاپ کو جو ابلتی ہوئی دیگچی سے نکل رہی ہو اس میں کسی طرح دبا کر دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ پہلے اس نے آٹا واٹا لگایا اس کو دبایا اس پر پتھر رکھے تھوڑی دیر بعد پھر بلبلے نکلنے شروع ہو گئے پھر اس نے اور کوشش کی جو بوجھل سی چیزیں رکھی جا سکتی تھیں اس پر رکھ دیں آپ اس پر کھڑا ہو گیا لیکن پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک طرف سے اور زیادہ قوت کے ساتھ وہ بھاپ نکلنا شروع ہو گئی۔

**حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت خدا کی قسم اس بھاپ کی قوت سے سینکڑوں ہزاروں گنا زیادہ طاقتور ہے کوئی دنیا کی طاقت اس قوت کو دبا نہیں سکتی اگر یہ سچے طور پر آپ کے دلوں میں جاری ہو جائے۔ کیسے آپ رُکیں گے ایک مقام پر پھر؟ کیسے دنیا آپ کی رفتار میں حائل ہو سکے گی؟ آپ کو لازماً بڑھنا ہو گا اور پھیلنا ہو گا اور اس قوت پر آپ کا اپنا اختیار نہیں رہے گا۔**

اس لئے میں یہی دعا کرتا ہوں اور یہی تمام امریکہ کو واشنگٹن سے میرا پیغام ہے کیونکہ یہ آپ کا ہیڈ کوارٹر ہے کہ اس سے بہتر نسخہ ان سارے مسائل کے علاج کے طور پر مجھے اور کوئی معلوم نہیں

نہ ممکن ہوسکتا ہے اللہ کرے کہ ہم اس نسخے پر عمل پیرا ہو جائیں اور پھر سارے ترقیات کے مراحل ہم پر خود بخود آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ کرے کہ جلد تر ہمیں یہ مقام نصیب ہو۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:۔

آج نماز جمعہ اور نماز عصر کے بعد کچھ مرحومین کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔

سب سے پہلے تو ایک بہت ہی تکلیف دہ خبر بنگلہ دیش سے ملی ہے کہ مولوی محمد صاحب سابق امیر بنگلہ دیش 5/ اکتوبر کو بعمر 85، 86 سال وفات پا گئے ہیں۔ بہت ہی مخلص فدائی احمدی تھے اور جب تک صحت نے اجازت دی بڑی عمر کے باوجود گزشتہ چند مہینے پہلے تک یہ امیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جب میں نے دیکھا کہ اب ان کے لئے ناممکن ہو گیا ہے بہت ہی زیادہ کمزور اور تکلیف میں تھے تو پھر امارت کو تبدیل کیا گیا اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدر ہی تھا کیونکہ پھر بہت جلد اس کے چند مہینے بعد ہی ان کی وفات مقدر تھی۔ جب بنگلہ دیش بن رہا تھا اور بنگلہ دیش کے بعد جبکہ جو قومی جذبات ہیں وہ بے قابو ہو گئے تھے اور بہت سے نوجوان ایسے تھے جنہوں نے احمدیت کے مقابل پر بھی قومیت کو ترجیح دینا شروع کی۔ اس وقت مولوی محمد صاحب ایک استقامت کا مینار بن گئے تھے اس کے لئے۔ ساری جماعت کے رجحان کو اس ذہنیت کو درست کیا اور خدا کے فضل سے بعض جگہوں کو ایک خطرناک ابتلا سے بچالیا۔ تو اس لئے خاص طور پر یہ ہماری دعاؤں کے محتاج ہیں۔

ایک اور اطلاع ملی ہے آپ سب میں سے بہت سے تو واقف ہوں گے ہمارے ملک جمال الدین صاحب ماشاء اللہ سیکرٹری ضیافت ہیں واشنگٹن جماعت کے اور مخلص سلسلے کے کارکن ہیں ان کی ہمشیرگان بھی مختلف جگہ امریکہ میں رہتی ہیں اور ان کے خاندان کا عموماً خدا کے فضل سے خدمت دین کے معاملے میں اچھا مقام ہے۔ ان کے والد ملک معراج الدین صاحب( کی وفات کی اطلاع ملی ہے )۔ بغداد میں رہے ہیں لمبا عرصہ تبلیغ کے بڑے شیدائی تھے۔ جہاں جہاں بھی رہے ہیں وہاں ان کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سینئے لوگ احمدی ہوئے۔ پاکستان آنے کے بعد بھی بڑھاپے میں بھی خدا کے فضل سے آخر دم تک انہوں نے اس لگن کو قائم زندہ رکھا ہے۔ خدا کرے ان کی اولاد میں آگے یہ لگن زندہ رہے اور اصل تو ہم جو اپنے بزرگوں کے لئے کر سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ ان کو مرنے نہ دیں یعنی ان کی نیکیوں کو زندہ رکھیں پھر عارضی موتیں جو ہیں جسم کی وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اس کے بعد۔

خدا کرے ان کی بھی سب نیکیاں ان کی اولاد میں آجائیں اور اللہ ان کو زندہ رکھے۔

عبدالرحیم صاحب عارف مربی سلسلہ بڑے مخلص فدائی مربی تھے۔ سارے ہی مربی خدا کے فضل سے واقف زندگی کی حیثیت سے ہمیشہ خاموش قربانی دیتے چلے جاتے ہیں۔ ستر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

ایک ہمارے امین اللہ خان صاحب سالک کی پھوپھی زہرہ خانم صاحبہ اہلیہ نیاز محمد خان صاحب کی وفات کی بھی اطلاع ملی ہے۔ ان کے خاوند احمدی نہیں تھے مگر مسلسل انہوں نے پوری وفا کا تعلق جماعت احمدیہ سے رکھا اپنی اولاد کے اوپر بہت نیک اثر ڈالا بچیاں احمدی ہوئیں اور بیٹے احمدی نہیں ہو سکے وہ باپ کے اثر کے نیچے تھے مگر مالی قربانی میں ہر دوسری قربانی میں پیش پیش۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بہت زیادہ محبت کا تعلق اور وفا کا تعلق پھر خلیفہ الثالثؒ کی طرف وہ منتقل ہو گیا پھر جب میں بنا تو میری طرف منتقل ہو گیا تو بڑی خلافت سے پیار رکھنے والی عورت جس کو کہا جا سکتا ہے۔ ان کی وفات کی بھی اطلاع ملی ہے۔ ایک دو ان کی زندگی کے ایسے مسائل تھے جو ابھی حل نہیں ہوئے ان کے لئے پریشان تھیں وہ بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو حل فرما دے اور ان کی روح کی تسکین کا موجب بنیں۔

ایک سیّدہ نصیرہ بیگم صاحبہ میری خالہ کی بیٹی میری خالہ زاد بہن بھی تھیں اور ایک پہلو سے خالہ بھی تھیں کہ میری اُمی نے اپنی بڑی بہن کا ان کے ساتھ دودھ پیا ہوا ہے یہ تھوڑی سی چھوٹی تھیں مگر ایسا وقفہ تھا کہ دونوں نے یعنی یوں کہنا چاہئے کہ بھانجی نے اور خالہ نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہوا ہے اکٹھے۔ ان کی بھی ساری عمر بہت تکلیف میں گزری دائم المریض تھیں مگر بڑی صابرہ بہت دعا گو۔ تو ابھی ان کی ربوہ سے اطلاع ملی ہے کہ یہ بھی وفات پا گئی ہیں۔ چنانچہ انشاء اللہ نماز جمعہ کے اور عصر کے معاً بعد ان سب کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔